زہیر بن ابی سُلمیٰ ۱؎

سوانح حیات اور کلام پر تبصرہ

از ڈاکٹر محمد یوسف صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی استاذ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

زہیر بن ابی سلمیٰ، زمانۂ جاہلیت کے ان تین شعراء میں سے ہے جن کی اولیت پر [تما]م علمائِ لغت اور جہابذہ شعر نے اتفاق کیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ زہیر اور صفِ اول کے بقیہ دو ساتھیوں یعنی امرؤ القیس اور نابغہ میں [کو]ن مقدم ہے۔ اس کا کوئی مختتم جواب آج تک نہیں دیا گیا اور سچ پوچھئے تو دیا بھی نہیں [جا]سکتا۔ اس لئے کہ اول تو خود شاعر کا مذاقِ طبع اور اس کے فطری رجحانات اس کے ساتھ [مخص]وص اور دوسرے شعراء سے مختلف ہوتے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر اس کی شاعری کی خصوصیات [بھ]ی جداگانہ قسم کی ہوتی ہیں اور موازنہ کی اجازت نہیں دیتیں۔ دوسرے مختلف جگہوں کے [با]شندوں اور پھر ایک ہی جگہ کے رہنے والوں میں بھی ہر فرد کا مذاقِ سخن جداگانہ ہوتا ہے اس لئے [کس]ی ایک شاعر کے متعلق یہ عام رائے قائم ہونا کہ وہ اشعر الشعراء ہے مشکل ہے۔ البتہ یہ بالکل [م]عقول بات ہے کہ تین شاعروں کی بابت یہ اتفاق ہو سکے کہ مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھنے کے بعد تقدم ان کے اندر محصور رہے۔

کلام کی نوعیت کے لحاظ سے زہیر مدح میں اپنا مقابل نہیں رکھتا۔ اس کا کلام خاص [ط]ور پر حجاز میں بہت پسند کیا جاتا تھا اور حجازی لوگ اس کو تمام شعراء پر مقدم مانتے تھے۔

۱؎ یہ مقالہ عربک لٹریری سوسائٹی کے جلسہ منعقدہ ۷ر فروری ۵۲ء میں پڑھا گیا۔

زہیر کے جانبداروں میں جو اس کو اشعر الشعراء کہتے تھے حضرت عمرؓ اور مشہور شاعر جریر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

عربی ادب کا مطالعہ کرتے وقت ایک بڑی کمی جو محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ شعراء کی زندگی کے حالات تقریباً بالکل نہیں ملتے۔ بڑے سے بڑے شاعر کے متعلق ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ چند سطروں یا زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ میں آسکتا ہے۔ لکھنے پڑھنے کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے راویوں نے اپنی دلچسپی اشعار تک محدود رکھی اور صرف ان واقعاتِ زندگی کو یاد رکھا جو یا غیر معمولی اہمیت رکھتے یا ان کی جانب شاعر کے کلام میں اشارے پائے جاتے ہیں۔

یہی حال زہیر کا ہے۔ زہیر کے متعلق ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ نسب کے اعتبار سے قبیلۂ مُزَینہ سے تعلق رکھتا تھا جو کہ مُضَر کی ایک شاخ تھی۔ اس کا پورا نسب نامہ یہ ہے:۔

"زهير بن أبي سلمى رياح بن قرط بن الحارث بن مازن بن خلاوة بن ثعلبة بن ثور بن هذمة بن لاطم بن عثمان بن عمرو (وهو مزينة) بن أد بن طابخة بن الياس بن مضر"

زہیر کے والد ابو سلمیٰ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے سسرالی تعلقات کی بناء پر بنو ذبیان میں جو کہ قبیلہ ذبیان کی ایک شاخ تھی سکونت اختیار کی۔ بعد کو کچھ مالِ غنیمت کی تقسیم میں اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا کہ وہ کبیدہ خاطر ہو کر واپس چلا گیا اور اپنے قبیلہ مزینہ کی امداد سے بنو ذبیان پر غارت ڈالنے کی کوشش کی لیکن اس بارے میں خود اس کے ہم قبیلہ لوگوں نے اس کے ساتھ کچھ ایسی بے وفائی کا مظاہرہ کیا کہ پھر اس کو ان کے ساتھ رہنا گوارا نہ ہوا اور وہ ان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر قریب کے ایک اور قبیلہ بنو عبداللہ بن غطفان کے ساتھ جا ملا اور وہیں رہنے سہنے لگا۔

مندرجہ بالا روایت کی تفصیلات، اگرچہ ان میں کوئی بات بعید از قیاس نہیں ہو سکتا ہے کہ سب کی سب صحیح نہ ہوں، لیکن اس میں تو شبہ کی گنجائش نہیں، اور در حقیقت اتنا ہی ہمارے

[م]فید مطلب بھی ہے، کہ زُہیر کی پیدائش کے وقت ابو سلمیٰ مستقل طور پر اپنے اصلی قبیلہ مزنیہ کے [بج]ائے بنو عبداللہ بن غطفان کی سرزمین یعنی نجد کے مقام الحاجز میں سکونت پذیر تھا اور وہ بھی [ا]س طرح کہ اس نے قبیلہ مزنیہ اور اپنے گھرانے کے مابین ہر قسم کے تعلقات منقطع کر رکھے تھے زہیر [ن]ے بھی قبیلہ مزنیہ سے کوئی واسطہ نہ رکھا، اور اپنے آپ کو تمامتر عبداللہ بن غطفان کے ساتھ [و]ابستہ بنائے رکھا۔ وہ اپنے اشعار میں جا بجا عبداللہ بن غطفان کا ذکر کرتا ہے۔ اس قبیلہ کی حمایت [ک]رتا ہے۔ اس کے مخالفین اور بدخواہوں کو دھمکیاں دیتا ہے اور یہ سب کچھ کامل یگانگت کے [ا]نداز میں، لیکن مزنیہ کا نام تک نہیں لیتا۔ چنانچہ عبداللہ بن غطفان کے ساتھ زہیر کے گھرانے [ک]ی وابستگی اتنی بڑھ گئی تھی کہ لوگ مزنیہ کے ساتھ اس کا تعلق فراموش کر جاتے اور ان کا نسب [ع]بداللہ بن غطفان کے ساتھ ملانے لگے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کعب بن زہیر اپنے کو مزنی [ک]ہتا ہے۔

هم الاصل منی حیث کنت واننی   من المزنیین المصفّین بالکرم

(میری اصل وہی ہیں میں جہاں بھی ہوں، بیشک میں مزنیہ والوں میں سے ہوں جو شرافت کی پاکیزگی رکھتے ہیں)

زہیر کی ازدواجی زندگی کے متعلق اس کے اشعار میں ایک دو اشارے پائے جاتے ہیں وہ نسیب میں عموماً اُمّ اَوفیٰ اور ام کعب کو اپنا مخاطب بناتا ہے۔ ام اوفیٰ اس کی پہلی بیوی تھی اس سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ زمانۂ طفولیت ہی میں مر گئی۔ بعد ازاں اس نے ایک اور عورت کبشہ بنت عمار سے شادی کی جو بنو سُحیم یعنی قبیلہ بنو عبداللہ بن غطفان کی ایک شاخ سے تعلق رکھتی تھی اور جس کو وہ ام کعب کی کنیت سے یاد کرتا ہے۔ ام کعب سے شادی ہونے کے بعد ام اوفیٰ کا جذبۂ حسد و رقابت اس حد تک ابھرا کہ اس نے اپنے شوہر سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی ٹھان لی اور اس غرض سے اس کو پریشان کرنا شروع کیا۔ بالآخر زہیر نے مجبور ہو کر طلاق دیدی لیکن اس کو اس بات کا اتنا ہی قلق ہوا جتنا کہ بعد کے زمانے میں عربی ضرب المثل کے مطابق فرزدق نے [ن]وار کو طلاق دیکر محسوس کیا ہو گا۔ ام اوفیٰ کی جدائی پر زہیر کے دو شعر محفوظ ہیں ان سے اندازہ

ہوتا ہے کہ اس کو ام اوفی کے ساتھ بالکل بے تعلقی نہ تھی۔

لعمرك والخطوب مغيّرات ... وفي طول المعاشرة التقالی

تیری قسم زمانہ کے حادثات انسان کو بدل دیا کرتے ہیں اور بہت دن ساتھ رہنے میں کشیدگی پیدا ہو جاتی

لقد باليت مظعن أم اوفى ... ولكن ام اوفى لا تبالی

میرے لئے تو بیشک ام اوفی کی جدائی بہت بڑی بات ہے لیکن ام اوفی کو اس کی کچھ پروا نہیں

برلین کے نسخہ میں دو شعر اور زیادہ ہیں:۔

فاما إذ ظعنتِ فلا تقولی ... لذی صهرٍ أُذِلتُ ولم تُذالی

بہر حال اب جبکہ تو مجھے چھوڑ کر جا رہی ہے تو کسی میکے والے سے یہ نہ کہنا کہ مجھے تکلیف سے رکھا گیا درانحالیکہ تجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں دی

أصبتُ بنيّ منك ونلتِ مني ... من اللذّاتِ والحلل الغوالی

میں نے تجھ سے اولاد پائی اور تجھے میری ذات سے بہت سی عیش و آرام اور بیش قیمت کپڑے حاصل ہوئے۔

ام کعب سے نسبتاً زیادہ لگاؤ ہونے کی ایک ظاہر وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے
تھی۔ ام کعب سے زہیر کے تین لڑکے تھے: کعب، بجیر اور سالم۔ سالم جوانی میں گھوڑے سے گر کر
زہیر نے اس کا ایک مرثیہ بھی کہا جو دیوان (نسخہ برلین 84 B - 85 A) میں درج ہے۔ کعب
بجیر نے آگے چل کر اپنے جذبۂ محبتِ اسلام کے باعث کافی نام پیدا کیا۔ زہیر کی ایک
وبرہ کا نام بھی ملتا ہے (برلن 85 B)۔

زہیر کے اشعار سے اس کی جن خصوصیات کا پتہ چلتا ہے وہ علمی طور پر اس کی سیرت
جزو تھیں۔ وہ فطرتاً بہت متین، سنجیدہ اور باوقار تھا۔ روزمرہ کے تجربات پر غور و خوض کرنا
ان سے زندگی کے اصول اخذ کرنا اس کا فطری رجحان تھا۔ وہ اپنے فکر اور اعمال میں عام معاد کا
رکھتا تھا جس کو آجکل کی زبان میں ایک اخلاقی معیار سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ
ہر دلعزیز اور محترم تھا۔ اپنے قبیلہ کا سید اور سردار مانا جاتا تھا، اس کی اصابتِ رائے اور
سیرت مسلم تھی۔

کہا جاتا ہے کہ زہیر نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یوں دی تھی کہ جلد ہی کسی ربانی ہدایت کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو نصیحت بھی کی تھی کہ وہ اس ہدایت کے پیرو بنیں۔ چنانچہ کعب اور بحیر کے جوشِ اسلامی کا ایک محرک ان کے باپ کی یہ نصیحت بھی تھی۔

زہیر نے کافی طویل عمر پائی اسّی اور نوّے سال تک کے حوالے تو اس کے اشعار میں ملتے ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سو سال کا بوڑھا دیکھا تھا اور دیکھ کر فرمایا تھا "اللھم أعذنی من شیطانہ" اغلباً زہیر کی وفات ۶۳۱ء یا اس کے آس پاس بعثت رسول اللہؐ سے کچھ قبل ہوئی۔

زہیر کے گھرانے کی ایک اور خصوصیت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اس گھرانے میں مسلسل کئی نسل تک شاعری کا فن باقی رہا۔ اس کی ابتدا زہیر کے باپ ابو سلمیٰ سے ہوتی ہے جو شاعر تھا۔ زہیر کے ننہال میں بشامۃ بن الغدیر[1] بھی شاعر کی حیثیت سے جانا جاتا تھا اور اس کے ادعا کے مطابق زہیر کو شاعری کا ملکہ اسی سے ملا تھا۔ زہیر کی بہنیں سلمیٰ اور خنسا، اس کے پوتے سعید اور عقبۃ المضرب، اور اس کے پرپوتے السوار اور العوام (ابنا عقبہ) اور عمرو بن سعید سب کے سب شاعر تھے۔ پرپوتوں نے بادیہ چھوڑ کر بصرہ میں سکونت اختیار کی اور ان کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گھرانے میں شاعری ختم ہوگئی۔ البتہ کچھ زمانہ بعد ایک اور شاعر کا نام الحجاج بن ذی الرقیبہ عبد الرحمن بن عقبۃ المضرب ملتا ہے جس کا تذکرہ ابن حزم[2] نے کیا ہے۔

زہیر کی بہن خنسا نے اس کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے ہیں:

ومایغنی توقی المرء شیئاً   ولاعقد التمیم ولا الغضار

انسان کی احتیاط کچھ کام نہیں آتی اور نہ تعویذوں کا باندھنا اور نہ سونا چاندی

---

[1] بشامۃ بن الغدیر، زہیر کی ماں کا چچا (برلن ۸۰ A) اور ابو سلمیٰ کا ماموں (اغانی ۹/۱۵۰) تھا۔ بشامۃ کا ایک بھائی اسعد تھا جس نے زہیر سے تقسیم غنیمت کے بارے میں جھگڑا کیا تھا (برلن ۲۵ B) [2] جمہرۃ النسب نسخہ بانکی پور نمبر ۲۳۱۷ صفحہ ۵۶ B)

اذا اتی منیته فامسی		یساق به وقد حق الحذار

جب اس کو موت آ گئی تو یہ حال ہوا کہ اس کو آگے آگے اٹھائے گئے بیشک عبرت سزاوار ہے

ولاقاه من الایام یوم		کما من قبل لم یخلد قدار

آخر اس کا بھی دن آ ہی گیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے قدار کو خلود نصیب نہ ہو سکا

زہیر کے کلام کے مجموعے | معلقہ کے علاوہ زہیر کا باقی کلام ہم تک مندرجہ ذیل مجموعوں کی صورت میں پہنچا ہے۔

(۱) قدیم ترین مجموعہ السکری (المتوفی ۲۷۵ھ ۸۸۸ء) کا ہے۔

(۲) ثعلب الکوفی (المتوفی ۲۹۱ھ ۹۰۴ء) کا مجموعہ مع شرح۔

جرمن اورینٹل سوسائٹی برلن کے خزانہ میں ایک مخطوطہ "مجموعہ دیوان زہیر وابنہ کعب روایۃ السکری" کے عنوان سے پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ دیوان زہیر بروایۃ السکری ہے۔ یہ غلطی ہے۔ صنع السکری صرف دیوان کعب ہے اور دیوان زہیر بروایۃ ابی العباس ثعلب ہے جیسا کہ اسپانیا کے نسخہ میں ہے۔ نیز زہیر کے دیوان کے دو نسخے استنبول میں ہیں جو نسخۂ اسپانیہ کے مطابق ہیں۔ استنبول کے نسخوں کی دو نقلیں دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہیں، ان سب کے آخر میں قصیدہ دالیہ

"هل فی تذکر ایام الصبی فند		ام هل لما فات من ایامه رد" الخ

دار الکتب المصریہ نے ان سب نسخوں سے فائدہ اٹھا کر دیوانِ زہیر کی طباعت شروع کی تھی، معلوم نہیں جنگ کے حالات نے تکمیل کی اجازت دی یا نہیں۔

جرمن اورینٹل سوسائٹی کے نسخہ کی نقل اختصار کے ساتھ میرے استاذ محترم علامہ عبدالعزیز المیمنی کے پاس ہے۔ جس سے میں نے اس مضمون کی ترتیب میں اہم فائدہ اٹھایا ہے۔ "برلن" کا اشارہ اسی نسخہ کی جانب ہے۔

(۳) بعد کو اسپینی عالم الاعلم (المتوفی ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء) نے ایک مختصر مجموعہ تیار کیا اس میں

اس نے صرف وہ اشعار شامل کیے جو بصری عالم الاصمعی کے نزدیک مستند طور سے زہیر کے کہے جاسکتے ہیں۔ چند قصائد جو اصمعی کے نزدیک مردود لیکن ابو عمرو اور المفضل کے نزدیک ثابت تھے وہ بھی آخر میں ملحق کردیئے ہیں۔ اس کے ساتھ شرح بھی ہے۔ زہیر کے دیوان کے تمام ایڈیشن جو اس وقت تک نکلے ہیں اسی الاعلم کے مجموعہ پر مبنی ہیں۔ سب سے بہتر ایڈیشن وہ ہے جو شیخ عمر السویدی نے ۱۳۰۶ھ میں لیدن سے شائع کیا۔ مشہور مستشرق آلوارد نے لندن سے ۱۸۷۰ء میں الاعلم کی شرح کو حذف کرکے صرف اشعار کا مجموعہ "العقد الثمین فی دواوین الشعراء الجاهلیین" کے ضمن میں شائع کیا اور اس کے ساتھ کچھ اور ابیات کا بھی اضافہ کیا جو مختلف مآخذ میں زہیر کی طرف منسوب پائے جاتے ہیں۔

جرجی زیدان کے بیان کے مطابق جرمن مستشرق Dyroff نے زہیر اور اس کے کلام کی بابت ایک کتاب لکھی ہے جو ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔ (افسوس ہے کہ ہیں اس کتاب سے استفادہ نہ کرسکا)

زہیر کا ماحول زہیر نے نجد کی سرزمین میں بنو عبداللہ بن غطفان کے درمیان آنکھ کھولی۔ اور تمام عمر وہیں بسر کی۔ اس کے کلام کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دامانِ نظر یہی نجد کی سرزمین تھی۔ غطفان، خیبر اور حدود حجاز سے مشرق کی جانب آجا و سلمیٰ تک آباد تھے۔ ان کے پڑوس میں قبیلۂ طے، اسد، ہوازن اور سلیم کی آبادیاں تھیں۔ زہیر اپنے اشعار میں انھیں قبائل کا نام لیتا ہے۔ اسی طرح جن مقامات کے نام اس کے اشعار میں آتے ہیں وہ وہی ہیں جو مذکورہ بالا قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً جرثم، قنان، فدک، الدضار، الرس والرسیس وغیرہ

اس کے اشعار میں صرف ایک اہم تاریخی واقعہ کا حوالہ ملتا ہے یعنی حرب عبس و ذبیان باقی یا تو ذاتی معاملات ہیں مثلاً ایک شخص الحارث بن ورقاء الاسدی کا اس کے اونٹوں اور یسار نامی غلام کو پکڑلے جانا یا وہ واقعات ہیں جن کا قبیلۂ غطفان کی زندگی سے تعلق ہے۔ مثلاً سلیم اور ہوازن کا غارت ڈالنے کا ارادہ کرنا اور زہیر کا ان کو دھمکیاں دینا۔ حیرہ کے دو بادشاہوں عمرو بن ہند اور النعمان بن المنذر کے نام بھی ملتے ہیں۔

قبیلہ بنو مرہ میں ابی حارثہ کا گھرانہ سرداری کا مالک تھا اور بڑی وقعت و شہرت رکھتا تھا۔ اس گھرانے سے زہیر کے تعلقات بہت گہرے اور خلوص کے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابو حارثہ کے گھرانے کا شاید ہی کوئی فرد ایسا بچا ہو جس کی مدح میں زہیر نے اشعار نہ کہے ہوں۔ ابتداءً زہیر نے سنان بن ابی حارثہ کی مدح میں قصیدے کہے۔ سنان بن ابی حارثہ کا ایک مرثیہ بھی محفوظ ہے البتہ اس کا اصلی ممدوح ہرم بن سنان ہے جس کی مدح اس نے حارث بن عوف بن حارثہ کے ساتھ اپنے معلقہ میں کی ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ ہرم نے قسم کھائی تھی کہ جب کبھی بھی زہیر اس کو سلام کرے گا تو وہ اس کو کچھ نہ کچھ صلہ ضرور دے گا۔ چنانچہ اس تکلیف سے بچانے کے لئے زہیر نے سلام کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا "عموا صباحا غیر ہرم وخیرکم استثنیت"

خارجہ بن سنان کی مدح میں بھی ایک قصیدہ پایا جاتا ہے۔ ایک مرثیہ یزید بن سنان کا محفوظ ہے ان کے علاوہ ایک قصیدہ حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری کی مدح میں ہے۔

کلام پر اجمالی تبصرہ اوپر بشامہ بن الغدیر کے اس دعوی کا ذکر گذر چکا ہے کہ زہیر کو شاعری کا ملکہ اس سے ملا۔ لیکن بشامہ بن الغدیر کے الفاظ خود یہ بتاتے ہیں کہ اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ جہاں تک پیدائشی استعداد اور صلاحیت کا تعلق ہے۔ وہ زہیر کو اپنے (اور زہیر اپنے باپ کے) ننہال بنو مرہ سے ملی نہ کہ مزنیہ سے) بشامہ ایک شاعر تھا۔ اس حیثیت سے اس کو فطرتاً شاعری کا قدرداں ہونا چاہیے۔ اپنے قریبی گھرانے میں ایک نوخیز شاعر کے متعلق اپنے جذبات مسرت اور قدردانی کا اظہار اس نے یوں کیا کہ فخر کے لہجہ میں یہ جتائے کہ یہ صلاحیت زہیر کو اس کی جانب سے ملی ہے۔ لیکن جہاں تک اکتساب اور متاثر ہونے کا تعلق ہے زہیر نے بشامہ سے اخذ نہیں کیا۔

بلکہ اس کا رنگ بہت کچھ اوس بن حجر سے ملتا ہے جس کا کہ وہ راوی تھا۔ اوس بن حجر تمیمی مضر کا ایک مشہور شاعر تھا اور بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا اگرچہ بعد کو اس کی قدر و منزلت اس کے دونوں شاگردوں یعنی زہیر اور نابغہ کے سامنے ماند پڑ گئی، تاہم جیسا کہ طہ حسین کی

تحقیق ہے۔ اوس بن حجر، زہیر، نابغہ، کعب بن زہیر اور زہیر کے شاگرد الحطیئۃ کا ایک اچھا خاصا دبستان ہے جو چند نمایاں خصوصیات رکھتا ہے۔ ان خصوصیات کی ابتدا اوس بن حجر سے ہوئی، بعد والوں نے انھیں اختیار کیا اور ترقی دی۔

اول یہ کہ ان شعرار نے پہلی مرتبہ شاعری کو بحیثیت ایک فن اور صناعت کے سمجھا اور استعمال کیا۔ زہیر کے متعلق مشہور ہے کہ دوسرے شعرار کی طرح جیسے اشعار اس کے ذہن میں آتے تھے وہ ان کو ویسے ہی نہیں پیش کر دیا کرتا تھا بلکہ وقتاً فوقتاً ان پر غور کرتا ان کی تنقیح و اصلاح کرتا۔ اس کے بعد انھیں پیش کرتا۔ اس کے بڑے بڑے قصائد کو "حولیات" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس لئے کہ ان کی تیاری میں وہ ایک ایک سال صرف کیا کرتا تھا۔ یہ طریقہ اس زمانہ میں ندرت رکھتا تھا۔ اور ایک حد تک کمزوری پر بھی محمول کیا گیا۔

اصمعی کا قول ہے کہ زہیر، خطیئہ اور ان جیسے اور شاعر تو شعر کے غلام ہیں اس لئے کہ وہ شعر کی تنقیح کیا کرتے تھے اور مطبوع شاعروں کے طریقے پر نہیں چلتے تھے۔ لیکن درحقیقت شعر کی تہذیب و ترقی کی طرف یہ ایک بڑا مبارک قدم تھا۔ ابن قتیبہ جب زہیر کو "شاعر متکلف" کہتا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ زہیر کو شاعری کا فطری ملکہ نہ تھا یا اس کے کلام میں موجودہ زمانے کے مفہوم میں تصنع اور آورد پائی جاتی ہے۔ اس کا مطلب صرف اتنا لینا چاہیے کہ وہ شعر کو جیسا کہ پہلی مرتبہ ذہن میں آئے ایکدم پیش نہیں کر دیا کرتا تھا۔

اسی تنقیح اور اصلاح کا نتیجہ یہ ہے کہ زہیر اور اس کے دبستان سے تعلق رکھنے والے دیگر شعرار کے یہاں تشبیہات اور استعارات بکثرت اور بہت اچھے اور اعلیٰ ملتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تشبیہات اور استعارات کی عمدگی غور اور تامل کی محتاج ہے اسی اعتبار سے زہیر کے طریقۂ شعر گوئی کو تہذیب و ترقی کے لئے ایک مبارک قدم شمار کیا گیا ہے۔ طٰہٰ حسین کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ عام طور سے یہ جو خیال کیا جاتا ہے غلط ہے کہ صنائع اور حسنِ بیان کی ابتدار بنو عباس کے دور میں ہوئی اور مسلم بن الولید نے اس کی بنار ڈالی بلکہ اس کی ابتدار تو زہیر اور اس کے ساتھی

ہی کر چکے تھے۔

تشبیہوں سے متعلق ایک بات یہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ان میں تقریباً سب کی سب حسی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زہیر کے یہاں تخییل کی کمی ہے یا وہ صرف ایسی تصویریں پیش کرتا ہے جو حواس کے ذریعہ سے اس تک پہنچی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خیالات اور معانی شعریہ کو مادی اور محسوس صورتوں میں پیش کرنے کا عادی ہے اور اس کی متخیلہ محسوس شکلوں میں کام کرتی ہے یہ بات اوس کے یہاں بھی پائی جاتی ہے اور اس دبستاں کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ جہاں تک زہیر کا تعلق ہے آگے چل کر اس پر تفصیلی بحث آئے گی۔

زہیر کے مداحین میں سب سے پہلا درجہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو حاصل ہے۔ انھوں نے جو وجوہ ترجیح بتلائے ہیں اور زہیر کی جن خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ درحقیقت ادبی تنقید کا بہترین معیار ہیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ میں زہیر کو اشعر الشعراء اس وجہ سے کہتا ہوں کہ (۱) اس کے کلام میں تعقید اور الجھن نہیں ہوتی۔ (۲) غیر مانوس الفاظ نہیں ہوتے اور (۳) وہ مدح میں وہی کچھ کہتا ہے جس کا کہ ممدوح درحقیقت حامل ہو۔

پہلی دونوں خوبیاں الفاظ سے تعلق رکھتی ہیں اور تیسری معنی سے۔ یہ واقعہ ہے کہ زہیر کا کلام بہت ستھرا، سادہ اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے پاک اور قریب المآخذ ہے جو ایک حد تک شاعر کی غیر معمولی توجہ اور اہتمام کا نتیجہ ہے۔ غیر مانوس الفاظ کی کمی زہیر کے دور کے عام رجحان کا عکس ہے چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر میں بداوۃ گھٹتی جاتی تھی اور اس کی جگہ حضارۃ لے رہی تھی۔ سختی درشتی اور اجڈپن کی جگہ نرمی اور ملائمت آرہی تھی۔ زہیر کے دور کا یہ رجحان ضرور تھا لیکن زہیر نے خود بڑی حد تک اس رجحان کو تقویت دی اور عملی طور پر آگے بڑھایا۔ اس کے کلام میں غریب الفاظ بہت کم پائے جاتے ہیں۔

تیسری خوبی جو معنی سے متعلق ہے بڑی ندرت رکھتی ہے۔ زہیر کی شہرت کی اصل بنیاد اس کی مدح پر ہے اور اس کی مدح کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اس میں کہیں جھوٹ اور مبالغہ کو

دخل نہیں دیتا۔ باوجود اس کے مدح نہایت موثر اور کارگر ہوتی ہے اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔
البتہ اس وقت اجمالی طور پر اتنا اور کہنا ہے کہ یہ خصوصیت یعنی ایک قدم حقیقت نگاری اور واقعہ سے تجاوز نہ کرنا زہیر کے پورے کلام میں عام ہے حتیٰ کہ اس کی جھلک نسیب میں بھی نظر آتی ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ زہیر کے یہاں ایک بلند و بالا اخلاقی معیار کا لحاظ بھی پایا جاتا ہے، زہیر جتنا اپنی مدحیات کے لئے مشہور ہے اتنا ہی حکمیات کے لئے بھی۔ عام طور سے کہا جاتا ہے کہ عربوں کے یہاں فلسفیانہ شاعری بہت کم پائی جاتی ہے۔ زہیر کے یہاں فلسفہ نہ سہی لیکن کم از کم اتنا ضرور ہے کہ وہ اپنے تجربات پر غور و فکر کرتا ہے، عواقبِ امور کو سوچتا ہے اور ہر فعل کو اپنے انفرادی خود غرضانہ نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عام مفاد کے نقطۂ نظر سے تولنے کی کوشش کرتا ہے اور یہیں سے ایک برتر اخلاقی معیار اور ایک مافوق الفطرت ہستی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات اوس بن حجر کے یہاں بھی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ مکارمِ اخلاق کا تذکرہ بہت کرتا ہے۔

نسیب زہیر کی نسیب عموماً بہت مختصر ہوتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے گذر کر بہت جلد اپنے اصلی مقصد یعنی مدح تک بڑھنا چاہتا ہے۔ البتہ اس کی تشبیب کی چند خاص خاص باتیں قابل ذکر ہیں:۔ وہ عرب کے دستور کے مطابق ابتدا میں محبوب کے مٹتے ہوئے کھنڈرات کا تذکرہ کرتا ہے۔ یہ شعراء عرب کا عام موضوع ہے، ساتھ ہی ساتھ اس میں جدت طرازی کی بہت کم گنجائش ہے۔ چنانچہ زہیر کے یہاں بھی وہی طریقہ بیان اور وہی تشبیہیں پائی جاتی ہیں، جو اس ذیل میں مخصوص ہیں۔ وہ کھنڈرات کی ویرانی کا نقشہ کھینچتا ہے، ان میں انسانوں کے بجائے وحشی جانوروں کی بود و باش کا تذکرہ کرتا ہے۔ مٹتے ہوئے نشانات کو کبھی گودنے کی لکیروں اور کبھی "رق محیل" (پرانے مکتوب کے کچھ مٹے ہوئے حروف) سے تشبیہ دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ نیز اپنے ان جذبات اور وجدانی کیفیات کا اظہار کرتا ہے جو ان کھنڈرات کو دیکھکر اس کے رنجور دل میں پیدا ہوتی ہیں۔

زہیر کے یہاں محبوب کی روانگی اور جدائی کے اوقات کی بہت موثر اور مکمل تصویریں ملتی ہیں، عربوں کی خانہ بدوش زندگی میں اکثر ایسے مواقع پیش آتے تھے کہ دو قبیلے کچھ عرصہ ایک چراگاہ کے

اردگرد رہنے کے بعد آب وگیاہ ختم ہونے پر مختلف سمتوں میں جدا ہو جاتے۔ جدائی کے وقت کا سماں قدرتی طور پر دونوں قبیلوں کے ان نوجوانوں کے دلوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرتسم ہو جاتا جن کے درمیان اس عرصہ میں عشق و محبت کے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہر عربی شاعر کے ذہن میں محبوب کے کھنڈرات پر آنسو بہانے کے بعد اس یوم مفارقت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جبکہ اس نے اپنی محبوبہ کو رنگین ہودج میں سوار نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔

زہیر اس میدان میں اپنے مقابل شعراء پر صاف سبقت لے جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ بڑی تفصیل اور تاثیر کے ساتھ محبوبہ کے قبیلہ میں کوچ کے مشوروں کا تذکرہ کرتا ہے پھر دکھاتا ہے کہ سردار کے حکم پر چار و ناچار کوچ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اونٹوں کے اوپر ہودج کسے ہوئے ہیں، ان پر رنگین پردے پڑے ہوئے ہیں انھیں میں سے ایک ہودج میں اس کی محبوبہ رخصت ہوتی ہے۔ یہ ایک جگہ کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔ اور نظروں سے تعاقب کرتا جاتا ہے۔ جب قافلہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو بھی وہ اپنی دلچسپی قائم رکھتا ہے۔ قافلہ کے راستہ میں جو مقامات اور حالات پیش آتے ہیں سب کی خبر رکھتا ہے اور آخر میں ایک مرتبہ پھر بے چارگی اور مجبوری کا اظہار کرتا ہے کہ محبوبہ ایک دور دراز مقام پر پہنچ گئی ہے جس کے درمیان لق و دق صحرا اور بے آب و گیاہ ریگستان حائل ہیں اور اس کے دیدار کے حصول کی کوئی تدبیر ممکن نہیں:-

رَدَّ القیان جمال الحیّ فاحتملوا الی الظہیرة امر بینہم لبِکُ

لونڈیاں جاکر قبیلہ کے اونٹوں کو چراگاہ سے واپس لے آئیں اور وہ سب لوگ کوچ کر گئے بعد اسکے کہ دوپہر تک وہ اس مسئلہ میں الجھے رہے

ما ان یکاد یخلیہم لوجہتہم تخالج الامر ان الامر مشترکُ

وہ ایک بات پر متفق ہی نہ ہوتے تھے اور ان کا اختلاف رائے ان کو چھوڑتا ہی نہ تھا کہ وہ منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوں

تبصر خلیلی ہل تری من ظعائن تحملن بالعلیاء من فوق جرثم

اے دمساز! دیکھ تو کیا تجھ کو علیاء کی سرزمین میں وہ ہودج سوار نازنینیں دکھلائی دیتی ہیں جو جرثم کے اوپر سے ہوتی ہوئی کوچ کر گئیں۔

علون بانماط عتاق وکلۃ ورادحواشیھامشاکھۃ الدم

انھوں نے اعلیٰ قسم کے نمدے ڈال رکھے تھے اور ایسے گلابی پردے لگا رکھے تھے جن کے کنارے خون کی طرح نظر آتے تھے

مازلت ارمقھم حتی اذا ھبطت ایدی الرکاب بھم من راکس فلقا

میں برابر ان پر نظریں جمائے رہا، یہاں تک کہ جب اونٹ ان کو لیکر راکس کی پست زمین میں اتر گئے۔

دانیۃ لشروری اوقفا ادم تسعی الحداۃ علی آثارھم حزقا

اور شروری یا ادم کی پشت کے قریب پہنچے اس حال میں کہ حدی خواں ان کے پیچھے پیچھے ٹکڑیاں بنا کر چل رہے تھے

کان عینی فی غربی مقتلۃ من النواضح تسقی جنۃ سحقا

تو میری دونوں آنکھوں کا یہ حال ہوا کہ گویا دو بھرے ہوئے ڈول تھے جو ایک محنت کی ماری پانی کھینچنے والی اونٹنی پر لدے ہوں اور وہ دور دور کے باغوں کو سیراب کرتی جاتی ہو۔

زہیر کی نسیب کے دو اہم جز وہی تھے جو بیان ہوئے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ معشوق کے ظاہری حسن کا بہت کم بیان کرتا ہے حالانکہ دیگر شعرا اس موضوع پر خوب خوب اپنے کمال کا ثبوت دیتے ہیں۔ اکثر تو زہیر معشوق کے حسنِ ظاہری کو بالکل نظر انداز ہی کر جاتا ہے۔ اس کے مشہور معلقہ کی نسیب صرف کھنڈرات اور فراق کے ذکر پر مشتمل ہے۔ زہیر کے کل کلام میں معشوق کے ظاہری خدوخال کے بیان کی دو مثالیں ملتی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ معشوق کی تعریف کرتے وقت بھی زہیر اپنے کلام کو تصنع اور دور از کار مبالغہ سے پاک رکھتا ہے۔

قامت ترای بذی ضالٍ لتحزننی ولامحالۃ ان یشتاق من عشقا

وہ جھاڑیوں کے درمیان کھڑی ہوئی اپنا جلوہ دکھاتی رہی تاکہ میرے حسرت و غم کو ابھارے اور عاشق کے جذباتِ شوق کا بھڑک اٹھنا تو ایک لازمی بات ہے

بجید مغزلۃ أدماء خاذلۃ من الظباء تراعی شادناً خرقا

اس کی گردن ایسی تھی جیسی کہ ایک سفید ہرنی کی جو اپنے گلہ سے پیچھے رہ گئی ہو اور (گردن اٹھا اٹھا کر) اپنے چھوٹے نوآموز بچہ کی نگہبانی کرتی ہو

کان ریقتھا بعد الکری اغتبقت من طیب الراح لمایعد ان عتقا

سو کر اٹھنے پر اس کا لعابِ دہن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بہت اعلیٰ قسم کی شراب نوش کر لی جو سوز کہنگی کے حدود سے متجاوز ہو چکی ہو (یعنی بگڑ گئی ہو)

مدیح | زہیر کی شہرت کا دارو مدار اس کی مدحیات پر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مدیح زہیر ہی کا حق ہے
اس کی مدیح کا سب سے اچھا وصف یہی ہے کہ وہ کسی کی جھوٹی تعریف نہیں کرتا۔ اگرچہ اس کے ممدوحین
کی جانب سے اس کو گرانقدر انعامات ملے تاہم اس کی مدح گوئی بے غرض اور بے لوث رہی اس
کی مدیح کو پڑھنے کے بعد مجموعی اثر یہی ہوتا ہے کہ وہ ممدوح کو خوش نہیں کرنا چاہتا بلکہ ایک زندہ
مثال پیش کر کے اس اچھی صفت کو جو اس میں پائی جاتی ہے دوسرے لوگوں کے نزدیک قابل قدر
اور محبوب بنانا چاہتا ہے۔ وہ جھوٹ اور دور از کار مبالغوں اور تشبیہوں سے مدد لئے بغیر اپنی
مدیح کو موثر بنا سکتا ہے۔ اس کی مدیح خوبی بیان اور جامعیت کا بہترین نمونہ ہے۔ وہ صرف
دو تین اشعار میں تمام مکارم اخلاق کا استیعاب کر لیتا ہے نیز ہر وصف کو اجاگر کرنے کے لئے
جو حالات ضروری ہیں ان کا استقصار کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی الفاظ کا نظم اور اختصار بھی باقی
رہتا ہے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

وفیہم مقامات حسان وجوہہم   واندیۃ ینتابہا القول والفعل

ان (ممدوحین) میں ایسے ارباب مجالس ہیں جن کے چہرے روشن ہیں اور ان کی محفلوں میں قول اور فعل دونوں باری باری آتے ہیں (یعنی نیک

علی مکثریہم رزق من یعتریہم   وعند المقلین السماحۃ والبذل

ان میں سے صاحب ثروت لوگوں پر ہر آنے والے کی پرورش فرض ہے اور جو لوگ کم دولت ہیں ان میں بھی سخاوت اور بخشش کی صفت

وان جئتہم القیت حول بیوتہم   مجالس قد یشفی باحلامہا الجہل

اگر تم ان کے پاس جاؤ تو تمہیں ان کی فرودگاہوں کے اردگرد ایسے جھگھٹے نظر آئیں گے جہاں کی عقل و دانائی سے اکثر جہالت کا علاج ہو جاتا

وان قام فیہم حامل قال قاعد   رشدت فلا غرم علیک ولا خذل

اگر ان میں کوئی ایک شخص کھڑے ہو کر کوئی ذمہ داری لے لے تو سب کے سب بیٹھے ہوئے لوگ کہہ اٹھتے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہے

تیرے اوپر کوئی تاوان نہیں اور تیرا ساتھ نہیں چھوڑا جائے گا۔"

اخی ثقۃ لا تتلف الخمر مالہ   ولکنہ قد یہلک المال نائلہ

وہ ایک بھروسے والا انسان ہے شراب اس کے مال کو تلف نہیں کرتی بلکہ بخشش اس کے مال کو ہلاک کرتی ہے

تراه اذا ما جئته متهللا　　كأنك تعطيه الذي انت سائله

جب کبھی کہ تم اس کے پاس جاؤ تو تم اس کو ایسا ہشاش بشاش پاؤ گے گویا کہ تم اس سے مانگنے کے بجائے وہی چیز اس کو دے رہے ہو

وذی نسب ناء بعید وصلته　　بمال وما یدری بانك واصله

اور اے ممدوح! بہت سے دور کے قرابت والے ہیں کہ جن کے ساتھ تو نے اپنے مال سے بھلائی کی ہے حالانکہ ان کو خبر تک نہیں کہ ان کے ساتھ بھلائی کرنے والا تو ہے (مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی بخشش کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے اصلی سرچشمہ کو بھول جاتے ہیں)

ومن مثل حصن فی الحروب ومثله　　لانکار ضیم او لامر یحاوله

اور کون ہے جو لڑائیوں میں ظلم و زیادتی کا مقابلہ کرنے میں اور اپنے منصوبوں کی تکمیل میں حصن کا جیسا ہو؟

جیسا کہ ابو الفرج نے بتایا ہے مؤخر الذکر قطعہ میں زہیر نے اپنے ممدوح کے لئے عفت، سخاوت، شجاعت، عقل اور عدل کی تمام صفات جن میں کہ فضائل کو منحصر قرار دیا گیا ہے، ثابت کر دی ہیں۔ یہ در حقیقت بڑا کمال ہے۔ نیز اس نے ساتھ کے اشعار میں مختلف صفات کی مناسب توضیح بھی کی ہے۔ ایک اور جگہ کہتا ہے۔

ان تلق یوما علی علاته هرما　　تلق السماحة منه والندی خلقا

اگر تو کبھی برے دنوں میں بھی ہرم کے پاس جائے تو جود و سخا کا وصف تو اس میں برابر پائیگا

ولیس مانع ذی قربی وذی نسب　　یوما ولا معدما من خابط ورقا

وہ قرابت والوں اور رشتہ داروں سے کبھی ہاتھ نہیں روکتا اور نہ وہ کبھی کسی مفلس بے وسیلہ کو رد کرتا ہے

لیث بعثر یصطاد الرجال اذا　　ما کذب اللیث عن اقرانه صدقا

وہ عثر کا شیر ہے جو انسانوں کا شکار کرتا ہے اور ایسے موقع پر جبکہ شیر بھی اپنے حریف کو مات کھا جائے وہ برابر ثابت قدم رہتا ہے

یطعنهم ما ارتموا حتی اذا اطعنوا　　ضارب حتی اذا ما ضاربوا اعتنقا

جب دشمن تیر اندازی کرتے ہیں تو وہ آگے بڑھ کر نیزہ چلاتا ہے اور جب دشمن نیزہ بازی شروع کرتے ہیں تو وہ اور آگے بڑھ کر تلوار چلاتا ہے اور جب دشمن تلواروں سے لڑنے لگتے ہیں تو وہ ان سے لپٹ جاتا ہے۔

هذا ولیس کمن یعیی بخطته　　وسط الندی اذا ما ناطق نطقا

یہ ہیں میرے ممدوح کی صفات۔ میرا ممدوح ایسا نہیں کہ جب بھری محفل میں بولنے والے بول رہے ہوں تو اس کو اپنا راستہ نظر نہ آئے

لو نال حی من الدنیا بمنزلۃ افق السماء لنالت کفہ الافقا

اگر دنیا میں کوئی انسان بلندی رتبہ سے افق آسمان تک پہنچ سکتا تو یقیناً ممدوح کا ہاتھ افق کو چھو لیتا۔

آخری شعر قابلِ غور ہے۔ اگر متاخرین میں سے کوئی شاعر ہوتا تو وہ ضرور یہ کہتا کہ ممدوح نے افق کو پالیا ہے۔ متنبی نے تو چاند کو ممدوح کے جوتے کا تلا بنا دیا ہے۔

حکمیات مدحیات کے بعد زہیر اپنی حکمیات کے لئے ممتاز ہے۔ یہ ایک مقررہ بات ہے کہ فلسفیانہ شاعری اسی وقت ظہور میں آتی ہے جبکہ حضارۃ اور تمدن ترقی کرتے ہیں۔ غور و فکر کی عادت انسان میں اسی وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ اپنی طبعی ضروریات سے بے نیاز ہو کر کچھ وقتِ فرصت کا نکال سکے۔ دَور جاہلیت میں عرب بالکل بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، ان کے تمام اوقات کسبِ معاش میں صرف ہوتے تھے۔ اس لئے طبعی اور معاشی حالات کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے فلسفیانہ شاعری کا فقدان پایا جاتا ہے۔ زہیر کے یہاں بھی مابعد الطبیعاتی مسائل یا خالص فلسفی نظریات تو نہیں البتہ اس کی حیثیت ایک ایسے سن رسیدہ اور جہاں دیدہ بزرگ کی ہے جو روزمرہ کے تجربات پر غور و خوض کر کے کچھ اصولِ زندگی وضع کرتا ہے اور انہیں دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ وہ ان سے مستفید ہوں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

ومن لا یصانع فی امور کثیرۃ یضرّس بأنیاب ویوطا بمنسم

جو شخص کہ بیشتر باتوں میں نرمی اور مدارات سے کام نہیں لیتا وہ دانتوں سے پیس دیا جاتا ہے اور پیروں سے کچل دیا جاتا ہے

ومن یجعل المعروف من دون عرضہ یفرہ ومن لا یتق الشتم یشتم

جو شخص کہ احسانات کے ذریعے اپنی آبرو کو بچاتا ہے اس کی آبرو بڑھ جاتی ہے اور جو خود گالی گلوچ سے نہیں بچتا اس کو برا بھلا سننا پڑتا ہے

ومن لا یذد عن حوضہ بسلاحہ یھدّم ومن لا یظلم الناس یظلم

جو ہتھیاروں سے اپنے حقوق کی حفاظت نہیں کرتا اس کے حقوق پامال کر دیئے جاتے ہیں اور جو دوسروں پر ظلم کرنے کی تیاری نہیں رکھتا اسی پر ظلم کیا جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)